سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اُلّو کے زیرِ سایہ......!

''ہم نے تہیہ کرلیا ہے کہ دہشت گردوں کوختم کردیں گے''

حکومت اس طرح کے روز اعلان کرتی ہے مگر شیطان کا کرنا ایسا ہوا کہ دہشت گرد دن بہ دن بڑھتے گئے۔

کراچی شہران کی دہشت و وحشت کی ''بھٹ'' بن گیا۔انسانی خون منچھر جھیل کے گندے پانی سے بھی سستا ہوگیا' وحشیوں کے نرخ بڑھ گئے اور پورا ملک ان کو ٹھیکے پر دے دیا گیا۔''سور کما دے وڑ گیا تے اک گنا ثابتا نئیں چھڈیا''لیکن حکومت کی لکشمی چوک یا گوالمنڈی جیسی بڑھک' اردو انگریزی اخبارات کے صفحہ اوّل پر چھپتی رہی...... یہ سننے کے لیے کان ترس گئے کہ کسی ایک جگہ دہشت گردی ختم ہوگئی ہو۔گن پوائنٹ پر ستر لاکھ کی ڈکیتی بھی اسی جمہوریت کا تحفہ سمجھتے ہوئے سہہ لی گئی کہ تیری جمہوریت کی قسم' ایسا بھی ہوتا ہے۔

انفرادی یا اجتماعی زنا کاری کی خبریں بھی جمہوری انداز دلربائی میں روز چھپتی ہیں اور زانیوں کا نرخ بالا کرتی ہیں اور پھر اس سیکولر ڈیموکریٹک سوسائٹی میں باشندگان و درندگان شہر کو یہی کچھ تو چاہیے' جب تو ہے تو کیا غم ہے؟

سیاں بھئے کوتوال! اب ڈر کا ہے کا......

حدیث پاک کا مضمون ہے کہ زنا کاری عام ہو جائے گی تو قتل عام ہو جائے گا......اور اس ملعونہ جمہوریت میں یہ زنا ختم کرنا ایسے ہی ہے جیسے حکومت ختم کرنا۔امریکی، یہودی و عیسائی کہتے ہیں جمہوریت خوب اگاؤ اور اچھے انگ ترنگ میں گاؤ کہ قوم کے انگ انگ میں اتر جائے۔

کس نہ آید بزیر سایۂ بُوم   ورہما از جہاں شود معدوم

''الّو کے سائے کے نیچے کوئی نہیں آتا۔اگر چہ ہُما دنیا سے ناپید ہو جائے!''

اور امریکی تمام کے تمام الّو کے سائے تلے گزر بسر کرتے ہیں۔اس پر فخر و ناز کرتے اور اس کو اپنا قومی نشان مان چکے ہیں۔اور یہ اسی نشان بے گمان کو صحبتِ ''فیض اثر'' کا ثمر ہے کہ امریکی بھی تو الّو کی طرح اپنا شکار ہنکارنے، پھانسنے اور مارنے میں اُتارو ہیں۔سعودی عرب، عراق، ایران، پاکستان اور ترکی امریکی الّو کی آنکھوں میں عرصہ دراز سے چبھتے، کھٹکتے اور ''رڑکتے'' تھے اور اب تو ''ماء معین'' ہیں پھر بھی پاک ہیں۔

تو نیز بر سر بام آ چہ خوش تماشا ایست

اس سارے ڈرامے کا ڈراپ سین یہ ہے کہ مولوی کو پکڑ لو کہ مولوی گھڑے کی مچھلی ہے، کمّی ہے، کمّیوں کے بچے جو دین پڑھتے ہیں، سرمایہ داروں، جاگیرداروں، بڑے سرکاری ملازموں، وزیروں، سفیروں، مشیروں کے بیٹے تو مولوی نہیں

بنتے۔اس لیے کمیّوں کو جیل بھجوانا،مصائب میں گرفتار کرانا،گھمبیر سماجی مسائل میں الجھانا،ان مذکورہ اکابرِ مجرمین کی جبلّت و خصلت ہے۔اس لیے مولوی ہی کو دھر لیا جائے اور اخبارات میں شہ سرخیوں سے امریکی لیبر کے کمالات چھپ جائیں تا کہ لُرِ دِ امریکی راضی ہو جائے کہ امریکی مہابھاڑو کا حکم ہے کہ مولوی کو جکڑ کے رکھو تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔

مولوی کیا کرتا ہے......لاؤڈ سپیکر استعمال کرتا ہے،دہشت پھیلاتا ہے،مجاہدین تیار کرتا ہے،معاشرہ میں کلچر عام نہیں ہونے دیتا،فنیٹک (FANA TIC) ہے،عورت کو ڈربے میں بند کر کے رکھنا چاہتا ہے،عورت کو ''کھل کر جینے'' نہیں دیتا،اس کی آواز کرخت ہے،''جیکی'' اور ''براؤن'' کے کان اس کرختگی کو برداشت نہیں کرتے،یہ پانچ وقت تنگ کرتا ہے،جمعہ کے دن بدمزگی پھیلاتا ہے،آرام سے حکومت نہیں کرنے دیتا،ان فٹ ہے،ماحول نہیں سمجھتا،ماحول سے سازگاری پیدا نہیں کرتا،تنقید برداشت نہیں کرتا،ہر بات کو ناموس رسالت (ﷺ) کی آڑ میں کفر کہتا ہے،کافروں کو مسلمانوں جیسے حقوق نہیں دیتا،ان کو کافرانہ آزادیاں نہیں دیتا،کافرانہ اداؤں سے محبت نہیں کرتا،کشور کشائی سے محروم،ریاضِ دہر کے رنگوں کی فہمید نہیں رکھتا،انجمن ماہ و پروین سے آشنائی نہیں رکھتا،سپین کے یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی مسلمانوں سے یہی گلے شکوے تھے۔تاریخ تو یہی کہتی ہے اور بتاتی ہے بلکہ جتاتی ہے کہ اندلس،بنوامیہ کے فرزند ارجمند عبدالرحمٰن الدّاخل مرحوم کی دریافت و یافت تھی جو اَب سیکولر ڈیموکریٹک کلچر کی آماجگاہ ہے!جس کے ذرے ذرے میں اسلاف کا لہو خوابیدہ ہے۔یہ اجڑا ہوا گلستان،یہ عدم آباد تہذیب حجاز،یہ مدفنِ عظمتِ اسلام' بہت چونکاتا ہے،جگاتا ہے۔

کاش!پاکستان کی منتظم حکومت اپنے اٹھتے ہوئے ہاتھ،بڑھتے ہوئے قدم اور دخمہ کی طرف پھرتا منہ واپس کر لے تو اسی کا بھلا ہے۔دوسروں کو تنقید برداشت کرنے کا مشورہ دینے والی حکومت خود بھی تنقید برداشت کرے۔لوگوں کا محاسبہ کرنے والی حکومت اپنے اعمال کا بھی محاسبہ کرے۔قبل اس کے کہ اس کا محاسبہ کوئی دوسرا کرے اور پھر یہاں بھی اندلس کی تاریخ دہرائی جائے۔جیسے اللہ پاک دنوں کو تمہارے اور ہمارے درمیان ''متداول'' رکھتے ہیں۔

و تلک الایّام نداولھا بین الناس!

''اور دراصل یہ (ہار جیت کے) اوقات ہیں' جنہیں ہم انسانوں میں ادھر ادھر پھراتے رہتے ہیں۔'' (آل عمران)

اعیانِ حکومت!دن پھرنے والے ہیں' تمہاری وجہ سے سارا ملک اندلس کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔''ابوداؤد'' تمہارے ساتھ ہیں،بہت سے منافق سردار بھی تمہاری آشیرباد حاصل کر کے زندگی اجال رہے ہیں۔بہت سے سیاسی نٹ کھٹ تمہاری سرپرستی میں غریبوں کے سینے پر مونگ دل رہے ہیں اور بہت سے فرزندانِ ناہموار،دوں نہاد،شہروں کو جنگل کے ماحول سے شناسائی بخش رہے ہیں۔مجھے یہ ڈر ہے،دلِ زندہ تُو نہ مر جائے

کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے۔

(مطبوعہ:۳۰/مارچ ۱۹۹۵ء)